قانون وقضا

محمد اسمٰعیل قریشی
سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

# آئین میں مجوزہ نئی حکومتی ترامیم ؟

## قتل غیرت اور اس پر مختلف موقف

اسلام نے جرمِ بدکاری کی سزا 'موت' (بطورِ حد:سنگسار) مقرر کردی ہے، اس کے لئے چار گواہوں کی شہادت کو لازمی قرار دیا گیا ہے جو عدالت میں پیش ہو کر اس بارے میں شہادت دیں گے۔ اس لئے کسی شخص کو قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملزم کو قتل کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر شوہر اپنی بیوی پر بدکاری کا الزام لگائے تو اس کو بھی اسلام کے قانونِ شہادت کے مطابق چار گواہ پیش کرنا ہوں گے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ عدالت سے رجوع کرے گا جس پر قرآن کے قانونِ لعان کے ذریعہ قاضی / جج میاں بیوی کے درمیان تفریق کروادے گا اور ان کو ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے جدا کردیا جائے گا۔

جمہور علما کا بھی یہی موقف ہے کہ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر مرد یا عورت یا دونوں کو قتل کردے۔ اس لئے جہاں تک دفعہ ۳۰۰ تعزیرات کے ترمیمی بل کی توضیح کا تعلق ہے، ان میں کارو کاری، کالا کالی، سیہ کاری، غیرت اور عزت وغیرہ کے نام پر جو قتل کیا جائے گا وہ 'قتل عمد' ہی ہوگا اور اس کی سزا 'موت' ☆ ہی ہوگی۔

بعض مسلمان ملکوں مثلاً مصر، تیونس، لیبیا اور کویت میں کمی سزا کے حالات (Mitigating

☆ قتل غیرت کے 'قتل بالارادہ' ہونے کے بارے میں تو کوئی شبہ نہیں، البتہ اس پر قتل عمد کی سزا لاگو کرنا محل نظر ہے کیونکہ یہ ایک جرم کا ردِّ عمل ہے۔ اگر قاتل وہ جرم (یعنی بدکاری کا وقوعہ) ثابت کردے تو اس کو قانون ہاتھ میں لینے کی سزا دی جائے گی اور اگر وہ ثابت نہ کرسکے تو اُسے قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ مزید برآں نبی کریمؐ نے قتل غیرت سے منع کیا ہے، گویا آپ کے فرمان کے بعد یہ ایک جرم ہے، لیکن آپ نے اس کی سزا قتل عمد کی سزا تو قرار نہیں دی، اس بارے میں عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہے۔ ادارہ

www.KitaboSunnat.com

(Circumstances میں بدکاری کی سزا میں تخفیف کی جاتی ہے۔

اسی طرح شام، لبنان، تیونس اور مراکش میں بھی ناجائز ہم بستری (Unlawful Bed) پر قتل کی سزا میں کمی کی جاتی ہے مگر مکمل طور پر بدکاری کرتے دیکھ لے تو مجرم پر قتل کی سزا لاگو ہوتی ہے۔

البتہ اُردن اور ترکی کے پینل کوڈ میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی یا محرمات میں کسی کو حالت بدکاری میں دیکھے اور ان میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو قتل کردے تو وہ سزا سے مستثنیٰ سمجھا جائے گا۔ ترکی کو یورپی یونین میں داخلہ کی ایک رکاوٹ بدکاری کے قانون کی موجودگی بھی ہے۔

اسلامی شریعت میں ایک نکتہ نظر اس کے برخلاف بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہؒ کے نامور شاگرد ابن قیمؒ جو اُصولِ قانون کے ماہرین میں سے ہیں، حدیث سعدؓ کی تشریح ایک اور انداز سے کرتے ہیں:

"اگر نبی ﷺ سعدؓ کے قتل کو ناپسند کرتے تو آپ ﷺ غیرت کو اپنی طرف پھر حق تعالیٰ کی طرف منسوب نہ فرماتے بلکہ ارشاد فرماتے: اگر تو نے اس کو قتل کیا تو تجھ کو بھی قتل کردیا جائے گا۔"

اس لئے وہ قتل غیرت کو ناجائز نہیں سمجھتے ہیں۔ ایسے ہی بعض علما حضور ﷺ کی ایک حدیث من رأیٰ منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ ''تم سے جو کوئی برائی کو دیکھے، وہ اسے اپنے ہاتھ (یعنی اپنی قوت) سے روکے۔" اور قرآن کریم کی آیت {فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ } "جو تم پر زیادتی کا مرتکب ہو تو بھی اس کا بدلہ دو جیسی اُس نے تم زیادتی کی ہے۔" کی بنا پر قتل غیرت کو جائز سمجھتے ہیں۔

اس کے ثبوت میں وہ حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ پیش کرتے ہیں جب ایک شخص خون آلود تلوار کے ساتھ دوڑتا ہوا خلیفہ اسلام حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور آکر ان کے ساتھ کھانے میں شامل ہو گیا۔ اس کے پیچھے چند لوگوں کی ایک جماعت آئی اور انہوں نے شخص مذکور سے قصاص کا مطالبہ کیا۔ جب حضرت عمرؓ نے اس شخص سے اس بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے کہا: اے امیر المومنین! بلا شبہ میں نے اپنی بیوی کے دونوں رانوں کے درمیان تلوار ماری اگر ان کے درمیان کوئی تھا تو یقیناوہ بھی قتل ہو گیا، جس کی قاتل کے مخالف گروہ نے تصدیق کی تو حضرت عمرؓ نے اس شخص سے تلوار لی اور اسے لہراتے ہوئے قاتل سے کہا: اگر کوئی دوبارہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا کرے تو تم پھر ایسا ہی کرو۔

قانون فوجداری ترمیمی ایکٹ سال ۲۰۰۴ء کی دفعہ ۲ کے ذریعہ موجودہ دفعہ ۳۰۰ تعزیراتِ پاکستان میں وضاحتی شق کا اضافہ کرتے ہوئے قتل غیرت کے نام پر قتل کی جتنی صورتیں بیان کی گئی ہیں، ان سب کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ یہ 'قتل عمد' ہے اور مختلف اسلامی ممالک کے قوانین یا فقہا کی آرا کا سہارا لے کر اس کو قتل عمد قرار نہ دینا درست رویہ نہیں۔

## مجوزہ ترمیم میں غلط موقف

لیکن ترمیمی بل کے مسودہ نویسیوں نے بل مذکورہ کی دفعات ۳، ۴ اور ۷ کی رُو سے موجودہ دفعاتِ تعزیرات ۳۰۰، ۳۰۲ اور ۳۰۸ 'ای' میں جو ترامیم کی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترامیم کے مرتبین یا تو قرآن کی تعلیمات سے قطعی طور پر ناواقف ہیں یا پھر انہیں احکامِ الٰہی کو تسلیم کرنے سے انکار ہے۔ کیونکہ انہوں نے ان ترامیم سے مقتول کے وارثوں کا قاتل کو معاف کردینے یا اس سے صلح اور راضی نامہ کرنے کا قرآنی حق بھی ختم کردیا ہے۔ حالانکہ قرآنِ حکیم کی اس آیتِ کریمہ میں صاف طور پر بتلایا گیا ہے:

{يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِيْ الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالأُنْثٰى بِالأُنْثٰى ... الآيَة} (البقرۃ:۱۷۸)

''اے ایمان والو! تم پر (قانون) قصاص فرض کیا جاتا ہے۔ مقتولین (قتل عمد) کے عوض میں اور (یعنی ہر) آزاد آدمی (قتل کیا جائے ہر دوسرے) آزاد آدمی کے عوض میں اور (اسی طرح ہر) غلام (دوسرے ہر) غلام کے عوض میں اور (اسی طرح ہر) عورت (دوسری ہر) عورت کے عوض میں۔ گویا قاتلین بڑے درجہ کے اور مقتولین چھوٹے درجہ کے ہوں، تب بھی سب سے برابر قصاص لیا جائے گا، یعنی قاتل کو سزا میں قتل کیا جائے گا۔ ہاں جس قاتل کو اس کے فریق مقدمہ کی طرف سے کچھ معافی ہوجائے (مگر پوری معاف نہ ہو) تو (اس کی وجہ سے وہ سزائے قتل سے تو بری ہو گیا) لیکن دیت یعنی خوں بہا کے طور پر ایک معین مقدار سے مال بذمہ قاتل ہوجائے گا۔ (قانون عفو و دیت) تمہارے پروردگار کی طرف سے سزا میں تخفیف اور رحمت ہے۔'' (ترجمہ از معارف القرآن: ج۱/ ص ۴۳۵)

مولانا مفتی محمد شفیع اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر قتل عمد میں قاتل کو پوری معافی دے دی جائے، مثلاً مقتول کے وارث صرف اس

www.KitaboSunnat.com

کے دو بیٹے ہوں اور ان دونوں نے اپنا حق (قصاص) معاف کردیا تو قاتل پر کوئی مطالبہ نہیں رہا۔ اگر پوری معافی نہ ہو مثلاً دو بیٹوں میں سے ایک نے معاف کیا، دوسرے نے معاف نہ کیا تو قاتل سزاے قصاص سے تو بری ہو گیا، لیکن معاف نہ کرنے والے کو نصف دیت (خون بہا) دلایا جائے گا۔" (معارف القرآن: ج ۱/ ص ۴۳۶، ۴۳۷)

جس طرح ناتمام معافی پر مال واجب ہو جاتا ہے، اسی طرح باہم کسی قدر مال پر مصالحت ہو جائے تب بھی قصاص ساقط ہو کر مال واجب ہو جاتا ہے۔ (ایضاً)

اسی آیت کی تفسیر میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ بیان کرتے ہیں:

"(معافی میں) بھائی کا لفظ فرما کر نہایت لطیف طریقے سے نرمی کی سفارش بھی کردی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے اور دوسرے شخص کے درمیان باپ مارے کا بیر ہی سہی، مگر ہے تو وہ تمہارا انسانی بھائی لہٰذا اگر اپنے خطا کار بھائی کے مقابلے میں انتقام کے غصے کو پی جاؤ تو یہ تمہاری انسانیت کے زیادہ شایان شان ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسلامی قانونِ تعزیرات میں قتل کا معاملہ قابل راضی نامہ ہے۔ مقتول کے وارثوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ قاتل کو معاف کردیں۔ اس صورت میں عدالت کے لئے یہ جائز نہیں کہ قاتل کی جان لینے پر ہی اصرار کرے۔ البتہ جیسا کہ بعد کی آیت میں ارشاد ہوا، معافی کی صورت میں قاتل کو خون بہا ادا کرنا ہو گا۔" (تفہیم القرآن: ۱/ ۱۳۸، ۱۳۹)

سید قطب شہید اپنی تفسیر 'فی ظلال القرآن' میں اسی آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اس اہم ترین معاملے میں دیت کی گنجائش رکھ کر مسلمانوں پر تخفیف اور رحمت کی ہے۔ اس لئے اُنہیں توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم سمجھیں۔ یہ اُمتِ مسلمہ کے ساتھ ایک رعایت ہے جو محض اس لئے کی گئی ہے کہ اگر فریقین کے درمیان راضی نامہ ہو جائے اور دل ایک دوسرے سے صاف ہو جائیں تو اس صورت میں نہ صرف رنجشیں مٹ جائیں گی بلکہ ایک شخص کی زندگی بھی بچ جائے گی۔

قانونِ قصاص و دیت کے نظام سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کس قدر وسیع نقطہ نظر کا حامل ہے اور قانون سازی کے وقت نفس انسانی کے محرکات پر اس کی پوری نظر ہے۔"

(تفسیر 'فی ظلال القرآن' مترجم: ج ۱/ ص ۳۴۶)

اب اس 'آیتِ عفو' کے بارے میں مولانا امین احسن اصلاحی جو متجددین کے امام سمجھے جاتے ہیں، کی تفسیر 'تدبر قرآن' بھی دیکھئے۔ لکھتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

”قصاص کے معاملے میں مقتول کے اولیا (وارثوں) کی مرضی کو اسلام نے جو اہمیت دی ہے وہ مختلف پہلوؤں سے نہایت حکیمانہ ہے۔ قاتل کی جان پر مقتول کے وارثوں کو براہِ راست اختیار مل جانے سے ایک تو بہت بڑے زخم کے اندمال کی شکل پیدا ہو جاتی ہے اور دوسرے اگر اس صورت میں نرم رویہ اختیار کریں تو قاتل اور اس کے خاندان پر اس کا براہِ راست احسان ہوتا ہے جس سے نہایت مفید نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے۔“ (ج ۱/ ص ۴۳۴)

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ممتاز نو مسلم سکالر علامہ محمد اسد لکھتے ہیں:

"The expression "if something is remitted to a quilty person may refer either to the establishment of the categories of culpable homicide or man slaughter in which case no capital punishment is to be exacted and retribution is to be made by the payment of indemnity called Diyal of the relatives to victim" (The Massage of the Aur'an, p. 36,37)

مذکورۃ الصدر آیت قرآنی کے الفاظ اتنے واضح اور غیر مبہم ہیں کہ عفو اور دیت کے بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ مستند مفسرین اور قدیم وجدید علوم کے ماہرین نے قانونِ عفو اور صلح کے بارے میں اس آیت کی جو تشریحات کی ہیں، وہ قرآنِ حکیم کے منشا کے عین مطابق ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس آیت میں خطاب مسلمانوں سے کیا جارہا ہے اور انہیں بتلایا گیا ہے کہ قتل کے بارے میں یہ تخفیف اور رعایت رسولِ رحمتؐ کی اُمت کو دی گئی ہے جو ان کے لئے باعثِ رحمت ہے۔ لیکن یہ رعایت تورات میں بنی اسرائیل کو نہیں دی گئی تھی۔ غالباً ان کے ظلم اور شقاوت کی وجہ سے انہیں اس رعایتِ خاص سے محروم کردیا گیا تھا۔

اس فرمانِ خداوندی اور ان مراعاتِ خصوصی کے باوجود فوجداری ترمیمی ایکٹ سال ۲۰۰۴ کے ذریعہ موجودہ قانونِ قصاص ودیت میں جو ترامیم تجویز کی گئی ہیں، ہم یہاں ان کا تجزیہ پیش کریں گے جس سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو گا کہ ان مرتبین نے اللہ کے قانون میں کس طرح ترمیم کی کوشش کی ہیں۔ جس سے ان کا مقصد اسلام کی بجائے مغربی تہذیب کو رواج دینا ہے۔ یہ ذہنی غلامی، جسمانی غلامی کی ترقی یافتہ شکل ہے جو آدمی کو غلامی میں پختہ تر کردیتی

ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہو گا کہ قتل غیرت کے نام پر دفعہ ۳۰۰ (تعزیراتِ پاکستان) میں وضاحتی شق داخل کرنے کے پس پردہ عزائم کیا ہیں؟

دفعہ ۳۰۰ تعزیراتِ پاکستان کی مذکورہ وضاحت کو بنیاد بنا کر دفعہ ۳۰۰ 'اے' کا اضافہ تجویز کیا گیا ہے جو حسبِ ذیل ہے:

دفعہ ۳۰۰ 'اے' تعزیراتِ پاکستان کے باب ۱۶ (جو اسلامی قانونِ قتل و قصاص اور دیت سے متعلق ہے) کے باوجود اور کسی بھی موجودہ نافذ العمل قانون کے باوصف تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۰۶ کی کلاز 'بی' اور 'سی' اور دفعہ ۳۰۷ کی کلاز 'بی' اور دفعہ ۳۱۰ اور ۳۱۱ کا اطلاق بھی دفعہ ۳۰۰ کی اضافہ شدہ وضاحت میں بیان کئے گئے قتل کی ان تمام صورتوں پر نہیں ہو گا جو قتل غیرت کے نام پر کئے جاتے ہیں۔ موجودہ دفعہ ۳۰۶ کو ہم فی الوقت مؤخر کرتے ہیں۔ اس سے پہلے ہم موجودہ دفعہ ۳۰۷ کو لیتے ہیں جس میں کہا گیا ہے:

۳۰۷، بی: 'ولی' (وارثِ مقتول) عدالت کی تسلی اور اطمینان پر بغیر کسی دباؤ کے رضا کارانہ طور پر دفعہ ۳۰۹ اور دفعہ ۳۱۰ کے مطابق اپنے مطالبہ قصاص سے دست بردار ہو سکتا ہے۔

۳۰۷، سی: جب قصاص کا حق مقتول کے ولی الدم (وارث) کی موت پر مجرم کو بطورِ 'ولی' حاصل ہو جائے یا جس کو ولی کی موجودگی میں قصاص کا حق نہ ہو تو ایسا شخص بھی قصاص سے مستثنیٰ ہو گا۔

دفعہ ۳۰۹ عفو (معافی) سے متعلق ہے۔ اس دفعہ کی رو سے عاقل اور بالغ ولی کو کسی وقت بھی بغیر کسی دیت اور معاوضہ کے قاتل کی جان بخشی کا حق حاصل ہے۔ اس دفعہ میں یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ جب مقتول کا کوئی ولی وارث نہ ہو تو حکومت اس کی ولی بن جائے گی یا پھر جب ولی نابالغ اور فاتر العقل ہو تو ایسی صورت میں ان کو قصاص کا حق حاصل نہ ہو گا۔ ورثانِ مقتول میں سے کسی ایک کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ قاتل کو معاف کردے۔ اگر دوسرے وارث معاف نہ کریں تو وہ خون بہا وصول کرنے کے حق دار ہوں گے۔ اس سلسلہ میں مزید تفصیلات بیان کردی گئی ہیں۔

دفعہ ۳۰۲ کی مجوزہ شق 'ڈی' کے اضافہ میں بتلایا گیا ہے کہ غیرت کے تمام قتل جو دفعہ ۳۰۰

www.KitaboSunnat.com

کی وضاحت میں بیان کئے گئے ہیں، ان پر صرف قانونِ قصاص ہی لاگو ہو گا۔

دفعہ ۳۱۰، صلح مابین فریقین: اس دفعہ کی رو سے عاقل بالغ ولی کسی وقت بھی قتل کے مجرم سے صلح کر سکتا ہے۔ اس کے معاوضہ میں بدلِ صلح وصول کر سکتا ہے۔ اس دفعہ میں بدلِ صلح اور دیت کی تمام شرائط درج ہیں۔

دفعہ ۳۳۲ 'اے': اس دفعہ کی رو سے اگر کسی عورت کو غیرت کی وجہ سے اشتعال یا بغیر اشتعال کوئی ضرب لگ جائے تو یہ جرم بھی دفعہ ۳۳۷ 'این' کی شق 'سی' کی طرح قابل راضی نامہ ہے مگر اضافہ شدہ دفعہ ۳۳۷ 'اے' کی وجہ سے یہ جرم بھی ناقابل راضی نامہ بنا دیا گیا ہے جس کی رو سے مضروب عورت کو معافی یا راضی نامہ کا حق حاصل نہیں ہو گا۔

موجودہ دفعہ ۳۳۸، 'ای': اس دفعہ کی رو سے باب ۱۵ تعزیراتِ پاکستان اور دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری کے تابع وہ تمام جرائم جن میں (اسلامی قانون کے مطابق معافی، صلح یا راضی نامہ ہو سکتا ہے) مضروب یا وارثانِ مقتول مجرم کو معاف کر سکتے ہیں یا فریقین صلح یا راضی نامہ کرنے کے مجاز ہیں لیکن مجوزہ ترمیمی بل کی دفعہ ۷ کی رو سے دفعہ ۳۳۸ 'ای' میں اضافہ کر کے دفعہ ۳۰۰ تعزیرات کی توضیح کے مطابق قتل کی ان تمام صورتوں میں جو غیرت کی وجہ سے یا عزت و ناموس کے نام پر کیے جاتے ہیں، ان سب کو ناقابل معافی اور ناقابل راضی نامہ بنا دیا گیا ہے۔ إِنَّا لله وَإِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُوْنَ

## 'تعزیرات' کو قرآن و سنت کی رہنمائی سے باہر کرنے کی کوشش

اس طرح یہ ترمیم حق تعالیٰ کی طرف عطا کئے ہوئے حق سے صریحاً انکار ہے۔ ان ترمیمات پر ہی مجوزہ بل کے مرتبین نے اکتفا نہیں کیا بلکہ قانونِ قصاص و دیت کے سلسلہ میں ایک ایسا اقدام کیا ہے جو دین اور آئین و قانون کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دے گا۔ انہوں نے موجودہ دفعہ ۳۳۸ 'ایف' کو بھی اپنی ترمیم کا نشانہ بنایا ہے۔ اس دفعہ کی رو سے عدالتوں کو تعزیراتِ پاکستان کے باب ۱۶ میں جرائم سے متعلقہ تمام دفعات کو قرآن اور سنت کی روشنی میں رہنمائی حاصل کر کے ان کی تعبیر اور تشریح کا حق حاصل تھا لیکن اس دفعہ ۳۳۸ 'ایف' کو انہوں نے سرے سے منسوخ کر دیا ہے۔ اس طرح عدالتوں سے اسلام سے متعلق یہ حق بھی

www.KitaboSunnat.com

سلب کرلیا ہے۔

اُنہوں نے یہ کارنامہ اس غرض سے سرانجام دیا ہے کہ اس دفعہ ۳۳۸ 'الف' کی موجودگی میں عدالتیں قرآن اور سنت کے جائز قانون کو ناجائز اور قابل راضی نامہ جرائم کو ناقابل راضی نہیں بناسکتیں۔ شاید اُنہیں یہ یاد نہیں رہا کہ اگر اس دفعہ کو تعزیراتِ پاکستان سے نکال بھی دیا جائے اور اسے منسوخ بھی کردیا جائے تو پھر وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آرٹیکلز ۲، ۲ 'اے'، ۳۱، ۲۲۷ اور ۲۰۳ 'ڈی' جو سارے دستور کو اپنی آہنی گرفت میں لئے ہوئے ہیں کو کہاں لے جائیں گے۔ آرٹیکل ۲ کی رو سے ریاست کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ آرٹیکل ۲ 'اے' کی رو سے ریاست اور حکومت مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قرآن وسنت پر عمل کرانے کی پابند ہے۔ آرٹیکل ۳۱ کی رو سے ہر مسلمان کو اسلامی طرزِ حیات اختیار کرنا ہوگا۔ آرٹیکل ۲۰۳ 'ڈی' نے فیڈرل شریعت کورٹ کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ ہر اس قانون کو جو قرآن اور سنت کے خلاف ہو، کالعدم قرار دے۔ پھر آرٹیکل ۲۲۷ سے بچ نکلنے کی کیا صورت ہوگی جس کی رو سے موجودہ تمام قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق بنایا جائے گا اور کوئی قانون پاکستان میں قرآن و سنت کے خلاف نہیں بنایا جاسکتا۔

اس لئے تعزیراتِ پاکستان کے قانونِ قصاص ودیت میں ترمیمات کا یہ مجوزہ بل آئین کے اسلامی آرٹیکلز کے خلاف اقدامِ قتل سے کچھ کم نہیں۔ دراصل مجوزہ ترمیمی بل کے مرتبین قانونِ الٰہی کے بجائے اپنے خود ساختہ قوانین کو قوم پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ یہ حضرات نام نہاد پارلیمنٹ کے ذریعہ اسلامی حدود اور آئینی پابندیوں کو توڑتے ہوئے سیکولر نظامِ حکومت کی حاکمیتِ اعلیٰ کی مسند اقتدار تک پہنچنے کیلئے راہ ہموار کررہے ہیں لیکن مسلمانانِ پاکستان اور خود پارلیمنٹ کے اندر پیروانِ اسلام کی بھاری اکثریت ایسی اقلیتی کوششوں کو ناکام بنادے گی۔

## والد سے قصاص کا مسئلہ

دفعہ ۳۰۶ کی شق 'بی اور سی' کو ہم نے بوجوہ مؤخر کردیا تھا۔ ان شقوں کو ترمیمی بل میں دفعہ ۳۰۰ 'اے' کے ذریعہ ختم کیا جارہا ہے۔ موجودہ دفعہ ۳۰۶ کی شق 'بی' میں کہا گیا ہے کہ اگر والد اپنی اولاد یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی خواہ وہ کتنی ہی نیچے تک چلی جائے کے قتل کا مرتکب ہو تو قصاص کا حق ساقط ہوجائے گا۔ اسی طرح کلاز 'سی' میں کہا گیا ہے کہ مقتول باپ کے بیٹا، بیٹی،

www.KitaboSunnat.com

پوتا، پوتی خواہ وہ کتنے ہی نیچے درجہ کا ہو، اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ ان دونوں شقوں کو منسوخ کرنے کی تجویز، قرآنِ حکیم، حدیثِ رسول ﷺ، فقہ اور سپریم کورٹ کے فیصلوں کے خلاف ہے۔ قرآن میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے: {أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ} ''احکامِ الٰہی اور احکامِ رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔'' ایسے ہی اولی الامر کی اطاعت بھی رسول ﷺ کے فیصلے کے تابع ہو گی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''باپ کو اس کے بیٹے کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔'' (سنن ابن ماجہ: ۲۶۹۴)

مزید بر آں جامع ترمذی اور سنن دارمی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مساجد میں حدود کا نفاذ نہ کیا جائے اور نہ ہی باپ سے بیٹے کا قصاص لیا جائے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک شخص کو لایا گیا جس نے اپنے بیٹے کو قتل کر دیا تھا تو آپ نے اس کے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا:

''میں تجھ کو قتل کر دیتا اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ باپ سے بیٹے کا قصاص نہ لیا جائے۔'' (مسند احمد: ۱/۲۲، ۱۶، سنن بیہقی: ۸/۲۷، دار قطنی: ۳/۱۴۰)

شاہ ولی اللہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کا ذکر اپنی معروف کتاب إزالة الخفاء میں کیا ہے۔ اس دور کے عظیم محدث شیخ ناصر الدین البانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات کو حسن اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو حدیثِ صحیح بتلایا ہے۔ جسٹس عبد القادر عودہؒ لکھتے ہیں:

''قصاص کے امتناع کے عمومی اسباب میں سے پہلا یہ ہے کہ مقتول قاتل کا جز ہو ......

ایسے ہی ائمہ اربعہؒ کے نزدیک باپ بیٹے پر قتل سے کمتر کسی بھی جرم کا ارتکاب کرے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔'' (اسلام کا فوجداری قانون: ۲/۳۹۵، ۲۹۵ تا ۲۹۸)

یہاں ہم اپنے ایک اہم کیس کا فیصلہ جو سپریم کورٹ کے فل بنچ نے ہماری ریویو پٹیشن پر صادر کیا، کا حوالہ دیں گے۔ یہ فیصلہ خلیل الزمان کیس کے نام سے 1993 SCMR2203 میں رپورٹ ہوا ہے جس میں اسی مسئلہ کے بارے میں حدیث اور فقہ کے حوالوں سے بحث کرتے ہوئے قرار دیا گیا ہے کہ باپ سے بیٹے کے قتل پر قصاص نہیں لیا جائے گا۔ فاضل عدالتِ عظمیٰ نے اسلامی قانون کے اس فیصلہ میں 'کتاب الاختیار' اور 'بدائع الصنائع فی ترتیب

www.KitaboSunnat.com

الشرائع' کے حوالے دیے ہیں۔ شق 'سی' میں کہا گیا ہے کہ اولاد اپنے باپ، دادا کی ولی (وارثِ مقتول) ہونے کے اُصول کی بنا پر قصاص سے مستثنیٰ ہو گی۔☆

معلوم ہوتا ہے کہ ترمیمی بل کے مرتبین کو ماں، باپ، بیٹا، بیٹی کے فطری پیار محبت اور

---

☆ **باپ بیٹے کو قتل کرے تو اس حوالہ سے اسلامی فقہ میں دو آرا پائی جاتی ہیں:**

**پہلا قول:** احناف، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس صورت میں والد سے قصاص نہیں، بلکہ اس کے مال سے دیت لی جائے گی۔ دیکھئے: (بدائع الصنائع ۷/۲۳۵، اَحکام القرآن ۱/۱۴۴، منہاج الطالبین از نووی ۴/۲۱۷)

**دوسرا قول:** مالکیہ کا خیال یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ باپ نے اپنے بیٹے کو عمداً قتل کیا ہے تو اس صورت میں باپ سے قصاص لیا جائے گا۔ لیکن جہاں عمد اور غیر عمد دونوں کا احتمال ہو یعنی یہ واضح نہ ہو سکے کہ باپ نے قتل کی نیت سے اسے مارا تھا یا اس کا ارادہ قتل نہ تھا، مثلاً اس نے بیٹے کو ادب سکھانے کے لئے یا زجر و توبیخ کے لئے مارا اور اُسے قتل کر دیا تو ایسی صورت میں مالکیہ کے نزدیک والد کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ (المنتقی شرح الموطأ: ۷/۱۰۵، الجامع الاحکام القرآن از قرطبی: ۱/۲۵۱، احکام القرآن از ابن العربی ۱/۶۵)

احناف، شافعیہ اور حنابلہ نے اپنے مذہب کی تائید کے لئے متعدد دلائل پیش کئے ہیں، ہم ان میں اہم دلائل کا تذکرہ کئے دیتے ہیں۔ ان کی اہم ترین دلیل یہ حدیث ہے:

**پہلی دلیل:** جامع الترمذی اور سنن الدارمی میں ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((لا تقام الحدود في المساجد ولا یقاد بالولد الوالد)) (مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۲۶۳) ''مساجد میں حدود کا نفاذ نہ کیا جائے اور نہ ہی باپ سے بیٹے کا قصاص لیا جائے۔''

امام ناصر الدین الالبانیؒ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے: (صحیح ترمذی: ۱۱۳۰، صحیح ابن ماجہ ۲۵۹۹)

**دوسری دلیل:** حضرت عمر بن خطاب ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((لا یقاد الوالد بالولد)) ''باپ سے بیٹے کا قصاص نہیں لیا جائے گا۔''

امام ناصر الدین الالبانیؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: (دیکھئے صحیح ترمذی، رقم ۱۱۲۹، صحیح ابن ماجہ: ۲۶۶۲)

امام ترمذیؒ اس مضامین کی احادیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''اہل علم کا یہی عمل ہے کہ اگر باپ اپنے بیٹے کو قتل کردے تو اسے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا، اسی طرح اگر وہ اس پر تہمت لگائے تو اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی۔'' ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ اس حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

''امام ترمذیؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے اس حدیث کو عمر بن خطاب ؓ سے بیان کیا ہے اور اس کی متعدد اسانید میں سے بعض پر جرح کی گئی ہے اور امام بیہقیؒ اور امام حاکمؒ نے اس کے بعض طرق کو

شفقت کے رشتوں کا پوری طرح ادراک ہی نہیں۔ انہوں نے اسے سانپ اور سنپولیوں کا رشتہ سمجھ لیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مادّہ سانپ اپنے بچوں کی پیدائش پر ہی حیوانی بھوک مٹانے کی خاطر خاصی تعداد میں اُن کو ہڑپ کر جاتی ہے۔ ماں باپ اور اولاد کو وہ شاید اسی طرح کی مخلوق

---

''اس حدیث کو حجاز اور عراق کے اہل علم کے ہاں شہرت اور قبولِ عام کا درجہ حاصل ہے، لہٰذا اس حدیث کا مشہور و مستفیض ہونا اور اس حدیث پر علما کا عمل اسے اس بات سے مستغنی کر دیتا ہے کہ اس کی اسناد کی طرف رجوع کیا جائے۔ بلکہ اس جیسی مشہور روایات کی اسناد کو بیان کرنا محض تکلف ہے۔'' (المغنی ۷/۶۶۶)

**تیسری دلیل:** سراقہ بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ ''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا، آپ ﷺ بیٹے سے باپ کا قصاص تو لیتے تھے، لیکن باپ سے بیٹے کا قصاص نہیں لیتے تھے۔''

علماء حدیث نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، امام ترمذیؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ''سراقہ کی حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور اس کی سند صحیح نہیں ہے۔'' امام البانیؒ نے بھی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے: (ضعیف سنن الترمذی ۲۳۴، ارواء الغلیل ۷/۲۷۲، رقم ۲۲۱۴)

**چوتھی دلیل:** عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ قتادہ بن عبداللہ ؓ کی ایک لونڈی تھی جو ان کی بکریاں چرایا کرتی تھی، ایک دن قتادہ نے اسے بکریاں چرانے کے لئے بھیجا تو ان کا بیٹا جو اس لونڈی کے بطن سے تھا، انہیں کہنے لگا: آپ کب تک میری ماں کو لونڈی بنائے رکھیں گے؟ اللہ کی قسم! آپ نے اسے جس قدر لونڈی بنانا تھا، بنالیا۔ اب آپ اسے مزید لونڈی بنا کر نہیں رکھ سکتے۔ یہ سن کر قتادہ ؓ نے اس کے پہلو میں نیزا مارا، جس سے وہ مر گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ سراقہ بن مالک بن جعشم نے یہ بات حضرت عمر بن خطاب ؓ کے سامنے ذکر کی تو عمر بن خطاب ؓ نے قتادہ سے فرمایا: جب تم آئندہ میرے پاس آؤ تو تمہارے پاس ایک سو چالیس یا کہا کہ ایک سو بیس اونٹ ہونے چاہئیں، چنانچہ وہ مطلوبہ اونٹ لے کر حاضر ہو گئے۔ تو حضرت عمر ؓ نے ان میں سے تیس چار سالہ اور تیس پانچ سالہ اور چالیس چھ سے آٹھ سال کے درمیان عمر والے اونٹ اور اونٹنیاں لیں اور مقتول کے بھائیوں کو دے دیں اور ان میں باپ کو وارث نہیں بنایا اور اس کے بعد فرمایا: **لولا أني سمعت رسول الله ﷺ يقول: «لا يقاد والد بولد» لقتلتك أو لضربت عنقك** ''اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ ''باپ اگر بیٹے کو قتل کر دے تو اسے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا تو میں تجھے قتل کر دیتا یا کہا کہ میں تیری گردن اڑا دیتا۔''

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۸/۲۷، الدارقطنی ۳/۱۴۰)

**پانچویں دلیل:** رسول اللہ ﷺ کی حدیث **«أنت ومالك لأبيك»** ''تو خود اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے'' بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ باپ سے بیٹے کے قتل کا قصاص نہ لیا جائے۔

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ دکتور وہبہ زحیلی نے لکھا ہے کہ ''اس حدیث سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ باپ سے بیٹے کا

سمجھتے ہیں۔ معلوم نہیں ہمارے دورِ جدید کے ان خود ساختہ فقیہانِ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو یہ استحقاق کہاں سے حاصل ہو گیا کہ وہ قرآن و سنت اور آئین پاکستان کے خلاف قانون سازی کریں۔ یہ دین و آئین اور اسلام کے خلاف بغاوت ہے۔ کتابِ زندہ قرآن حکیم کی موجودگی میں ایسی ترامیم اپنی موت آپ ہی مر جائیں گی۔

ان حضرات کو کیا یہ علم نہیں کہ بعض لوگ جائیداد بچانے کی خاطر اپنی خواتین کی شادی معاذ اللہ قرآن سے کر کے ان کو زندہ درگور کر دیتے ہیں، اس بارے میں وہ کیوں قانون سازی نہیں کرتے؟ کیا انہیں یہ علم نہیں کہ بعض قتل غیرت، کارو کاری، کالا کالی کے نام پر زمینوں اور

---

**چھٹی دلیل:** ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ قصاص اس لئے مشروع کیا گیا ہے تاکہ قتل کی روک تھام ہو سکے اور باپ کسی ایسی چیز کا محتاج نہیں ہے جو اسے اس کے بیٹے کو قتل کرنے سے باز رکھے، کیونکہ باپ کی اپنے بیٹے سے شدید محبت و شفقت اس بات کے لئے کافی ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو قتل کرنے کا سوچتا بھی نہیں ہے۔

**ساتویں دلیل:** ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو وجود بخشنے کا سبب ہے، اب وہ اس کے عدم اور اسے ختم کرنے کا سبب کیسے بن سکتا ہے اور باپ کی شفقت ایسا شبہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو قتل کرنے کا قصد نہیں کر سکتا، لہٰذا اس شبہ میں قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اس رائے کے حاملین کے نزدیک ماں کا حکم بھی وہی ہے جو باپ کا ہے۔ مالکیہ کے سوا تمام فقہا کا یہی موقف ہے: (احکام القرآن ابن العربی، ۱/۶۵)

☜ ضروری ہے کہ مالکیہ کے موقف کو تفصیل سے بیان کر دیا جائے، تاکہ کوئی شبہ پیدا نہ ہو۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ نے مالکیہ کے موقف کی ان الفاظ میں وضاحت کی ہے کہ ''مالکیہ نے ایک حالت میں باپ پر قصاص کو واجب قرار دیا ہے، وہ یہ کہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ باپ نے اپنے بیٹے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اس قسم کا کوئی شبہ نہ ہو کہ باپ نے بیٹے کو تادیباً مارا تھا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ وہ اس کو لٹا کر ذبح کر دے یا اس کا پیٹ پھاڑ دے یا اس کی انتڑیاں کاٹ دے تو اس صورت میں باپ کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ لیکن اگر اس نے بیٹے کو تادیباً مارا یا غصہ کی حالت میں مارا یا اس کو تلوار یا لاٹھی سے مارا اور اسے قتل کر دیا تو اسے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶/۲۶۸)

نیز ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ

''تمام فقہا کا موقف یہ ہے کہ باپ کو بیٹے کے قصاص میں قتل نہ کیا جائے، لیکن امام مالکؒ نے اس میں تفصیل بیان کی ہے، وہ یہ کہ اگر وہ اس کو تلوار سے مارتا ہے تو اس میں دونوں احتمال موجود ہیں کہ آیا اس نے اسے قتل کے ارادہ سے مارا... احتمال بھی ہے کہ اس کی نیت قتل کی نہ ہو...... لیکن اگر اس نے اسے باقاعدہ لٹا کر (ذبح کر دیا ہے) تو یہ واضح دلیل ہے کہ وہ اسے واقعی قتل کرنا چاہتا تھا۔ (پہلی صورت میں باپ کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا، دوسری

www.KitaboSunnat.com

جائیداد کے تنازعات کی دشمنیوں کی بنا پر ہوتے ہیں۔ یہ فساد فی الارض زمیندارانہ، جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کی پیداوار ہے۔

یہ اس نظام کی ہلاکت خیز خرابیوں کو جڑ سے کاٹنے کے لئے قانون سازی کیوں نہیں کرتے؟ اس کی بجائے یہ اس درخت کی شاخوں کو کاٹنے پر آمادہ ہیں جس کی شاخوں پر یہ خود بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ اپنی عقل نارسا کو حکمتِ الٰہی کے تابع کر دیں اور ان غیر اسلامی ترامیم سے دستبردار ہو کر دین و دنیا میں سرخرو ہو جائیں۔

آخر میں ایک غلط فہمی کا ازالہ اظہارِ حقیقت کے طور پر عرض ہے کہ قانون قصاص و دیت جنرل ضیاء الحق مرحوم کی معنوی اولاد (Brain child) نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر کہا جا رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کئی مرتبہ توجہ دلانے کے باوجود جنرل موصوف وعدہ کرنے کے بعد بھی قصاص و دیت کے قانون کو اپنے ذاتی اور شخصی مفادات کی خاطر ملتوی کرتے رہے۔ اس لیے راقم الحروف نے ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس کی جانب سے گورنمنٹ آف پاکستان کے خلاف سپریم کورٹ میں پٹیشن دائر کی۔ ہمارے پینل میں ملک کے ممتاز اور معروف قانون دان راجہ ظفر الحق سابق وزیر قانون، جناب وہاب الخیری، ڈاکٹر ظفر علی راجا، چوہدری عبدالرحمن میاں شیر عالم سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ کے علاوہ لاہور ہائیکورٹ، کراچی ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ بار کے معزز ارا کین شامل تھے۔ معروف علما: مولانا عبد المالک، حافظ عبد الرحمن مدنی اور ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی خصوصی معاونت ہمیں حاصل رہی۔ سپریم کورٹ کے فل بنچ کے سربراہ جناب جسٹس محمد افضل ظلہ چیف جسٹس پاکستان تھے۔ جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ، جسٹس شفیع الرحمن اور علماج جسٹس پیر محمد کرم شاہ اور جسٹس محمد تقی عثمانی ان کے ہم نشیں تھے۔ حکومت کی جانب سے جناب یحییٰ بختیار اٹارنی جنرل پاکستان اور ان کی ٹیم پیش ہوئی۔ اس مقدمہ کی سماعت کئی ہفتوں تک جاری رہی۔ سپریم کورٹ کے مطالبہ پر ہم نے اپنا مسودۂ قانون قصاص و دیت عدالت میں داخل کیا جو سپریم کورٹ کے ریکارڈ پر موجود ہے۔ اسلامی آئین و قانون کی کمیٹی جس میں ملک اور بیرونِ ملک کے ماہرینِ اسلامی قانون جن میں ڈاکٹر دوالیبی، جناب اے کے بروہی، جناب خالد اسحٰق اور معروف علما نے بھی اپنی سفارشات سپریم کورٹ کو پیش کر دیں جس پر سپریم کورٹ نے ۱۲/ ربیع الاول (سال ۱۹۹۰ئ) کو قانون قصاص و دیت کے موجودہ قانون کا اعلان کیا ▣

نوٹ: اسی مضمون کا خلاصہ نوائے وقت (۲۹ اور ۳۰ اکتوبر) میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ اس مضمون میں پیش کردہ شرعی آرا مجلس التحقیق الاسلامی کے علمی تعاون سے پیش کی جا رہی ہیں۔ (قریشی)

www.KitaboSunnat.com